افرادسازی میں خصوصی دلچسپیوں اور رجحانات کی رعایت
(سیرت طیبہ کی روشنی میں)

Considering Special Tendencies and Interests in Grooming
(In the Light of the *Sīrah* of the Prophet ﷺ)

علی طارق*

ABSTRACT

One of the aspects of the teaching and grooming of people by the Prophet (ﷺ) was considering the special interest and tendencies of the companions and preparing, guiding, grooming and appreciating them in their respective fields of special interests and tendencies. This consideration of their special interests and tendencies and grooming and guiding them in this respect enabled them to exercise their abilities and serve the society in the academic, preaching, political, economic, social, judicial, diplomatic and other aspects.

Until and unless the interest and tendencies of youth are not kept in mind, abilities of youth can never be utilized. Our Holy Prophet (ﷺ) took great care of youth's interests before their training for specific field.

The present paper intends to analyze the life of five companions and their excellence in field of education which was result of the Prophet's consistent guidance and grooming according to their special interests and tendencies which resulted in their extra ordinary status in their respective fields and constructive contribution in the establishment and strengthening the structural foundations of society.

The present Muslim world is in the need of seeking the guidance from the life of the Prophet in this respect and considering the special tendencies and interests of the youth and grooming, guiding and upbringing them in their respective fields so that they could contribute to the positive and constructive upbringing of the humanity in general and Muslim society in specific.

Keywords: *Special Interests, Tendencies, Upbringing, Grooming, Character Building, Sīrah.*

* لیکچرار شعبہ حدیث، کلیہ اصول الدین، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

نبی اکرم ﷺ کی تعلیم وتربیت کے مظاہر میں سے ایک بڑا مظہر نوجوان صحابہ کرام وصحابیات رضی اللہ عنہم کی خصوصی دلچسپیوں اور رجحانات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کو علمی، تبلیغی، سیاسی، معاشی، معاشرتی، جنگی، سفارتی اور دیگر ذمہ داریوں کے لئے تیار کرنا ہے۔ اس مقالے میں سیرت طیبہ کی روشنی میں ان چند صحابہ کرام وصحابیات رضی اللہ عنہم کے کارناموں کا جائزہ پیش کیا جائے گا جن کی تعلیمی میدانوں میں خصوصی دلچسپیوں اور رجحانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو نہ صرف ان میدانوں میں آگے بڑھنے کا موقع دیا بلکہ ہمیشہ ان کی خصوصی دلچسپیوں کے پیش نظر ان سے گفتگو کی، ان کی حوصلہ افزائی کی اور ان کی رہنمائی فرمائی جس کے نتیجے میں انھوں نے نہ صرف آپ ﷺ کے زمانے میں مختلف میدانوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے بلکہ خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی ان کی صلاحیتوں اور خدمات سے عالم اسلام مستفید ہوا بلکہ شاید اس بات میں کوئی مبالغہ نہ ہو کہ خلفائے راشدین کے زمانے میں علمی، تبلیغی، معاشرتی، سیاسی، سفارتی اور جنگی میدانوں میں جو اقدامات اور ترقی ہوئی وہ انہی نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بدولت تھی جنہیں نبی اکرم ﷺ کی حسن تربیت سے مستفید ہونے کا موقع ملا اور آپ ﷺ نے ان کی قائدانہ صلاحیتوں کو نمایاں کیا، نکھارا اور معاشرے کیلئے ایک مفید فرد بنا ڈالا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ افراد سازی کے اس مرحلے میں آپ ﷺ نے کسی صحابی یا صحابیہ کی خصوصی دلچسپیوں اور رجحانات کے خلاف کبھی کوئی کام نہیں کیا بلکہ انہی رجحانات کو مثبت انداز میں اسلام کے فروغ اور استحکام کے لیے استعمال فرمایا۔

آج کا دور اسی بات کا متقاضی ہے کہ ہم سیرت طیبہ کی روشنی میں نوجوانوں کی خصوصی دلچسپیوں اور ان کے رجحانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کو مثبت کاموں کے لئے تیار کریں جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے خصوصی طور پر اور پوری دنیا کے لئے عمومی طور پر خیر اور برکت کا ذریعہ بنیں

رسول اکرم ﷺ کی ذات بابرکت قرآن کریم کے مطابق تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجی گئی ہے چنانچہ ارشاد ربّانی ہے:

﴿وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴾(1)

اور ہم نے آپ کو تمام جہان کے لوگوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

قرآن کریم کے مطابق اسی رحمت کے مظاہر میں سے ایک مظہر آپ ﷺ کی اس دنیا میں تشریف آوری ہے جس کو قرآن میں اہل ایمان پر احسان کے طور پر ذکر کیا گیا ہے اور اس کے ضمن میں آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

حدیث نبوی اور سیرت طیبہ کے ذخیرے میں رسول اکرم ﷺ کی تعلیم وتربیت کے تفصیلی ذکر کا یہ

---

(۱) سورۃ الانبیاء:۱-۷

مختصر مقالہ متحمل نہیں۔ جہاں رسول اکرم ﷺ نے عمومی طور پر مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام فرمایا وہیں پر متعین طور پر صحابہ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہم خاص طور پر نوجوان صحابہ کرام و صحابیات رضی اللہ عنہم کی خصوصی دلچسپیوں اور رجحانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان سے معاملہ فرمایا اور ان کی رہنمائی اور تربیت فرمائی۔

رسول اکرم ﷺ کی تربیت کے نمایاں پہلوؤں میں سے ایک افراد سازی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس تربیت اور افراد سازی کے دوران افراد کی فطری صلاحیتوں کو نہ صرف پیش نظر رکھا بلکہ ان کی دلچسپی کے میدانوں ہی میں ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ کردار سازی اور افراد سازی کے اس عمل میں آپ ﷺ نے ان صحابہ کرام کے پس منظر اور خصوصی دلچسپیوں اور صلاحیتوں کی رعایت کرتے ہوئے ان سے گفتگو فرمائی اور تربیت کے اس مرحلے میں ان کے لئے ان کی دلچسپیوں کے میدان میں مزید بہتری، اضافوں اور ترقی کے لئے دعائیں بھی دیں اور بعض مواقع پر ان کو پیش آنے والے مسائل اور الجھنوں کو بھی حل فرمایا۔ ان صلاحیتوں کو جلا بخشنے، پروان چڑھانے اور تربیت دینے کے مرحلے میں آپ ﷺ نے ہمیشہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ان خوبیوں کو سراہا، ان کی حوصلہ افزائی کی اور لوگوں کے سامنے ان خوبیوں کا اظہار بھی فرمایا تاکہ امت کے اجتماعی مفاد میں ان سے استفادہ کیا جاسکے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑی تعداد ایسے صحابہ کی بھی ہے جن کی خوبیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے نہ صرف ان خوبیوں کو نکھارا اور ان کا اظہار کیا بلکہ ان حضرات کو اپنی اپنی خوبیوں کے میدان میں ذمہ داریاں بھی سونپیں تاکہ ان خوبیوں سے کماحقہ استفادہ کیا جاسکے۔

سیرت نبوی سے تربیت اور افراد سازی کے متنوع پہلوؤں میں سے صرف تعلیمی پہلوؤں کو پیش نظر رکھا جائے گا اور ان چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا جائزہ پیش کیا جائے گا جن کی تعلیمی دلچسپیوں اور خصوصی رجحانات کی رعایت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ان کی تربیت فرمائی اور ان کو ذمہ داریاں سونپیں جس کے نتیجے میں عہد رسالت کے ساتھ ساتھ خلافت راشدہ اور بعد کے ادوار میں بھی امت نے ان حضرات کی علمی صلاحیتوں سے خوب استفادہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ایک نوجوان معلم

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی تربیت سے مستفید ہونے کے بہت سے مواقع میسر آئے۔ آپ کی کنیت ابو عبدالرحمن اور نام عبداللہ بن مسعود تھا اور قبیلہ ہذیل سے تعلق کی بنا پر آپ کو ہذلی بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کو ابن ام عبد بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کو آغاز اسلام میں ہی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ وابستگی کی سعادت حاصل ہو گئی چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ میں چھٹا مسلمان تھا۔ [1] ان کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے۔

(۱) ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی، الإصابۃ فی تمییز الصحابہ، تحقیق: عادل أحمد عبد الموجود اور علی محمد معوض، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طبع اول: ۱۴۱۵ ہجری، ۴/ ۲۰۰

یہ عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چراتے تھے آپ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ان کے پاس سے گذر ہوا تو بکری کا دودھ طلب فرمایا جس کے جواب میں انہوں نے کہا میں آپ کو دودھ نہیں دے سکتا کیوں کہ میں امانت دار ہوں اس پر آپ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک ایسی بکری کے تھن پر ہاتھ پھیرا جس کا ابھی دودھ اترنا شروع نہ ہوا تھا، تو اس کا دودھ اتر آیا۔ آپ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے خود بھی دودھ نوش فرمایا اور ابو بکرؓ کو بھی پلایا اس پر انہوں نے گذارش کی کہ مجھے بھی یہ سکھائیں۔ جس پر آپ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تم تو غلیم معلم (نوجوان معلم) ہو۔ [۱] ان کی ایک سعادت عشرہ مبشرہ میں سے ہونا بھی ہے۔ ان کو دونوں ہجرتوں یعنی ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کی سعادت اور تمام غزوات میں بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ [۲] آپ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان کی علم کی لگن کو بھانپ لیا تھا لہذا ان کو غیر معمولی قرب عطا فرمایا جس کے نتیجے میں ان کو خوب خدمت اور استفادے کا موقع ملا۔ خود فرماتے ہیں:

«وَاللَّهِ لَقَدْ أَخَذْتُ مِنْ فِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِضْعًا وَسَبْعِينَ سُورَةً» [۳]

اللہ کی قسم مجھے براہ راست رسول اللہ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے کے منہ مبارک سے ستر سے زائد سورتیں سیکھنے کا موقع ملا۔

قرآن کریم کی ایک سو چودہ سورتوں میں سے ستر سورتوں کو براہ راست زبان رسالت سے سیکھنے کی سعادت جہاں ان کے قرآن کریم کے سیکھنے کے جذبے اور اس کے ساتھ غیر معمولی شغف اور تعلق کا آئینہ دار ہے وہیں ان کی دربار رسالت سے مسلسل وابستگی کا بھی پتہ دیتا ہے۔

مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے بلند آواز میں قرآن پاک کی تلاوت کرنے کی سعادت بھی انہیں حاصل ہوئی جس کے نتیجے میں قریش مکہ کی مار پیٹ اور اذیت کا سامنا بھی کرنا پڑا [۴] ان کے رسول اللہ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے استفادے کے اثرات خود آپ علیہ السلام کی زندگی میں ہی ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے چنانچہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک موقع پر فرمایا:

«مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ غَضًّا كَمَا أُنْزِلَ فَلْيَقْرَأْهُ عَلَى قِرَاءَةِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ» [۵]

جو قرآن کو ایسے پڑھنا چاہتا ہے جیسے کہ وہ اترا ہے تو اسے چاہیے کہ ابن ام عبد کی طرح پڑھے۔

اسی مسلسل وارفتگی اور استفادے کے جذبے کے تحت ہمہ وقت دربار رسالت میں حاضری کا اثر یہ ہوا کہ

---

(۱) ابن حنبل، ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ، حدیث نمبر: ۳۵۹۸، تحقیق: شعیب الأرنؤوط – مؤسسہ الرسالہ بیروت، لبنان، طبع اول: ۱۴۲۱، ہجری، ۶/ ۸۲

(۲) الإصابہ، ۴/ ۱۹۹

(۳) بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب القراء من أصحاب النبی صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حدیث نمبر: ۵۰۰۰، تحقیق: محمد زہیر بن ناصر، دار طوق النجاۃ، طبع اول: ۱۴۲۲

(۴) الإصابہ، ۴/ ۲۰۰

(۵) مسند أحمد بن حنبل، حدیث نمبر: ۳۵، ۴، ۷/ ۳۵۹

ان کو صاحب الوسادۃ، صاحب النعلین صاحب الطھور،[1] صاحب السواک[2] یعنی رسول اللہ ﷺ کے تکیے، نعلین، وضو کا بندوبست کرنے والے اور مسواک والے کہا جانے لگا جو ان کی دربار نبوت سے غیر معمولی وابستگی اور ہمہ وقت حاضری کے مواقع کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ دربار رسالت سے وابستگی کا عالم یہ تھا کہ کچھ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ شاید ان کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رشتہ داری ہے چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

«قَدِمْتُ أَنَا وَأَخِي مِنَ الْيَمَنِ، فَمَكَثْنَا حِينًا لَا نَرَى إِلَّا أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ دُخُولِهِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ» [3]

میں اور میرا بھائی جب یمن سے آئے تو کچھ عرصے تک ابن مسعود اور ان کی والدہ کو کثرت سے رسول اللہ ﷺ کے گھر میں آنے جانے کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کے رشتہ دار ہی سمجھتے رہے۔

دربار نبوت سے وابستگی کے نتیجے میں آپ پر علم و حکمت کا ظہور اور اثر اس درجے کا ہوا کہ آپ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا:

«لَوْ كُنْتُ مُؤَمِّرًا أَحَدًا مِنْ غَيْرِ مَشُورَةٍ لَأَمَّرْتُ عَلَيْهِمْ ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ» [4]

اگر میں کسی کو بغیر مشورے کے امیر بناتا تو ابن مسعود کو بناتا۔

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

«خذُوا القرآنَ منْ أربعةٍ: مِنِ ابنِ مسعودٍ، وأُبَيِّ بنِ كعبٍ، ومعاذِ وسالمٍ» [5]

قرآن چار آدمیوں سے حاصل کرو: عبد اللہ بن مسعود، اور ابی بن کعب، معاذ، سالم رضی اللہ عنہم۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ صرف علم اور پڑھنے پڑھانے میں ہی نہ لگے رہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے تمام غزوات میں بھی شریک رہے اور ان کو غزوہ بدر میں ابو جہل کو جہنم رسید کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی جہاد کے مبارک عمل میں شریک رہے اور شام کی فتوحات کے دوران بھی اسلامی لشکر کا حصہ رہے۔[6]

ان کی علم دوستی کی حرص کا اندازہ ان کی دربارِ رسالت سے اس وابستگی سے بھی لگایا جا سکتا ہے یہی وجہ ہے

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب من حمل معہ الماء لطہورہ، ۱/ ۴۲

(۲) مسند احمد، مسند القبائل، بقیۃ حدیث أبی الدرداء، حدیث نمبر: ۲۷۵۴۹، ۴۵/ ۵۳۳

(۳) صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عبد اللہ بن مسعود، حدیث نمبر: ۳۷۶۳، ۵/ ۲۷

(۴) ترمذی، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب عبد اللہ بن مسعود، حدیث نمبر: ۳۸۰۹، تحقیق: بشار عواد معروف، دار الغرب الإسلامی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۸ء، ۶/ ۱۵۲

(۵) سنن ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب القراء من أصحاب النبی ﷺ، حدیث نمبر: ۴۷۱۳، ۶/ ۱۵۳

(۶) ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ القرطبی، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، دار الجیل، بیروت، لبنان، طبع اول: ۱۹۹۲، ۳/ ۹۱۱

کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین نے ان کے علم سے بھرپور استفادہ کیا اور امت مسلمہ کے ایک بڑے فقہی مذہب فقہ حنفی نے ان سے خوب استفادہ کیا ہے چنانچہ فقہ حنفی میں انکی فقہ سے استفادے کی مثالیں جا بجا ملتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ والوں کی درخواست پر بطور معلم اور وزیر کے کوفہ بھیجتے ہوئے کوفہ والوں کو خط لکھا اور فرمایا:

«إِنِّي قَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ أَمِيرًا، وَعَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ مُعَلِّمًا وَوَزِيرًا، وَهُمَا مِنَ النُّجَبَاءِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ فَاسْمَعُوا، وَقَدْ جَعَلْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ عَلَى بَيْتِ مَالِكُمْ فَاسْمَعُوا فَتَعَلَّمُوا مِنْهُمَا، وَاقْتَدُوا بِهِمَا، وَقَدْ آثَرْتُكُمْ بِعَبْدِ اللهِ عَلَى نَفْسِي»[۱]

میں عمار کو تمھارے پاس امیر اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں اور یہ دونوں حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدر کے منتخب صحابہ میں سے ہیں لہذا ان کی باتوں کو خوب دھیان لگا کر سنو اور میں نے ابن مسعود کو تمہارے بیت المال کا نگران مقرر کیا ہے لہذا اس کی اطاعت کرو اور ان دونوں سے سیکھو اور ان دونوں کی پیروی کرو اور میں نے عبد اللہ بن مسعود کے معاملے میں تمھیں اپنی ذات پر ترجیح دی ہے۔

اس خط سے ان کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک قدر و منزلت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اسی طرح ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو علم سے بھرے ہوئے برتن یا مشکیزہ سے تعبیر کیا۔[۲]

کوفہ میں جاکر انہوں نے وہاں کی علمی فضا کو خوب سنوارا اور اس کے نتیجے میں کوفہ میں علما و فقہاء کا مجمع تیار ہوا اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب کوفہ کو دار الخلافہ بنایا تو کوفہ کی علمی فضا اور زیادہ مضبوط اور توانا ہو گئی ان کا انتقال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں سنہ ۳۲ ھ میں ہوا اور اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال سے زیادہ تھی۔[۳]

اس مختصر سے سوانحی خاکے سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے آغاز میں ہی ان کے سیکھنے اور جاننے کی صلاحیتوں کا اندازہ لگا لیا تھا اور پھر ان صلاحیتوں کو خوب نکھارا اور جلا بخشی جس کے نتیجے میں امت مسلمہ کو ان کی علمی حیثیت سے بھرپور مستفید ہونے کا موقع ملا۔ ایک چیز جو بہت نمایاں طور پر سامنے آتی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی خوبیوں کو نمایاں کرنا ہے تاکہ لوگ ان سے استفادہ کر سکیں۔ یہ معاملہ صرف ان کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ آپ

---

(۱) حاکم، نیشاپوری، محمد بن عبد اللہ حاکم، مستدرک علی الصحیحین، حدیث نمبر: ۵۶۶۳، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول: ۱۹۹۰ء، ۴۳۸/۳

(۲) عبد الرزاق بن ہمام صنعانی، مصنف عبد الرزاق، حدیث نمبر: ۱۸۱۸۷، تحقیق: حبیب الرحمن اعظمی، المکتب الإسلامی، بیروت، لبنان، طبع دوم: ۱۴۰۳ ہجری، ۱۰/ ۱۳

(۳) الإصابہ، ۴/ ۲۰۰

ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ ﷺ مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوبیوں اور خصوصیات کا ذکر فرماتے رہتے تھے اور احادیث وسیرت کی کتب میں اس کی بہت ساری مثالیں ہیں ۔ یہاں اس نکتہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ سیرت طیبہ کی روشنی میں افراد سازی اور کردار سازی کا مرحلہ اس وقت مکمل ہوتا ہے جب ان افراد کی خصوصی دلچسپیوں اور رجحانات کو بھانپا جائے، ان کی حوصلہ افزائی کی جائے، تربیت کی جائے اور اس تربیت کے مکمل ہونے پر لوگوں کے سامنے ان کی خوبیوں کا تذکرہ بھی کیا جائے تاکہ معاشرہ ان کی خوبیوں اور صلاحیتوں سے مستفید بھی ہو سکے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، مفسر قرآن

رسول اللہ ﷺ کی محبت اور تربیت سے مستفید ہونے والوں میں سے ایک شخصیت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے جو آپ ﷺ کے چچا عباس بن عبد المطلب کے بیٹے ہیں اور اس بنا پر آپ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں۔ آپ ابن عباس کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہجرت سے تین سال پہلے کفار مکہ کے مشہور بائیکاٹ کے دوران شعب ابی طالب میں ہوئی اور آپ کی خوش قسمتی یہ رہی کہ آپ ﷺ نے اپنے لعاب مبارک سے آپ کو گھٹی دی۔ (۱)

آپ کی عمر آپ ﷺ کے انتقال کے وقت صرف تیرہ سال تھی لیکن اس کم عمری کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق اور استفادے کے پیش نظر آپ کو دربار نبوت سے مختلف مواقع پر دعائیں حاصل کرنے کا موقع ملا۔ رسول اللہ ﷺ سے تعلق کی ایک نسبت تو ان کا چچازاد ہونا تھا، لیکن ان کی ایک اور خوش قسمتی یہ تھی کہ ان کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو رسول اکرم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہونے کا اعزاز حاصل ہوا جس کے نتیجے میں ان کے رسول اکرم ﷺ کی صحبت سے استفادے کے مواقع مزید بڑھ گئے۔

آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر ان کے لئے مختلف دعائیں کی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی علم دوستی اور رسول اکرم ﷺ کے اقوال و افعال سے آگاہی اور آپ کی خدمت کے جذبے کو ظاہر کرنے کے لئے یہ واقعہ ہی کافی ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے کہ ایک رات یہ رسول اکرم ﷺ کے گھر ٹھہرے اور رات کے وقت آپ ﷺ کے تہجد کے وضو کا بندوبست کیا آپ ﷺ جب بیدار ہوئے تو انہیں وضو کرایا جس پر آپ ﷺ کی اہلیہ اور ان کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے سفارش کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے تہجد کے وضو کا بندوبست کیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی :

«اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ» (۲)

---

(۱) الإصابہ، ۱۲۲/۴

(۲) مسند أحمد بن حنبل، مسند بنی ہاشم، مسند عبد اللہ بن العباس، حدیث نمبر: ۳۱۰۱، ۲۱۵/۵

اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور (قرآن کی) تفسیر سکھا۔

اس روایت سے ان کی علمی لگن اور جستجو کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اتنی چھوٹی عمر میں آپ ﷺ کی تہجد کے وضو کا بندوبست کیا جو ان کے سیکھنے اور علمی و عملی استفادہ کے جذبے کا مظہر ہے۔

اسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور حدیث ذکر کی ہے جس میں آپ ﷺ نے ان کے لئے علم و فہم میں اضافے کی دعا فرمائی۔ [1] ایک اور روایت میں خود فرماتے ہیں حضرت ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے ایک مرتبہ اپنی خالہ حضرت میمونہ کے گھر رات گزاری اور خیال کیا کہ آج دیکھوں گا کہ آنحضرت ﷺ رات میں نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟

«مَسَحَ النَّبِيُّ ﷺ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْحِكْمَةِ» [2]

آپ ﷺ میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے حکمت کی دعا فرمائی۔

یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ان کے لئے اس طرح مختلف مواقع پر مختلف دعائیں کرنا جہاں ان کے آنحضرت ﷺ سے تعلق اور محبت کو ظاہر کرتا ہے وہیں ان کے رسول اللہ ﷺ سے سیکھنے اور استفادہ کرنے کے جذبے کو بھی ظاہر کرتا ہے اور سیکھنے کا یہ جذبہ صرف آپ ﷺ کی عمومی زندگی اور دن بھر کے معمولات تک محدود نہ تھا بلکہ ان کے آپ ﷺ کی خانگی زندگی اور رات کے معمولات تک سے واقفیت حاصل کرنے کا شوق ظاہر کرنے کے لیے یہ واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے ایک مرتبہ اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گزاری اور خیال کیا کہ آج دیکھوں گا کہ آنحضرت ﷺ رات میں نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَقُلْتُ لَأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَطُرِحَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ وِسَادَةٌ فَنَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي طُولِهَا فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَرَأَ فَقَرَأَ الْآيَاتِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ آلِ عِمْرَانَ حَتَّى خَتَمَ ثُمَّ أَتَى شَنًّا ثُمَّ أَتَى سِقَاءً مُعَلَّقًا فَأَخَذَهُ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِي ثُمَّ أَخَذَ بِأُذُنِي فَجَعَلَ يَفْتِلُهَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ... ثُمَّ أَوْتَرَ» [3]

میں نے آپ ﷺ کے لئے تکیہ رکھا آنحضرت ﷺ اس کے طول میں لیٹ گئے پس رسول

---

(١) ایضاً، حدیث نمبر: ٣٠٦٠، ١٧٨/٥

(٢) مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر: ١٨٥٠، ٣٤٠/٣

(٣) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا، حدیث نمبر: ٤٥٧٠، ٤١/٦

اللہ ﷺ نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر نیند کو دور کیا پھر سورت آل عمران کی آخری دس آیات کی تلاوت فرمائی پھر آپ ﷺ ایک لٹکے ہوئے مشکیزے کی طرف گئے اس سے پانی لے کر آپ ﷺ نے وضو کیا میں بھی اٹھ کھڑا ہوا اور جو کچھ آپ ﷺ نے کیا تھا اسی طرح میں نے بھی کیا پھر جا کر آپ ﷺ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھا پھر میرا کان پکڑ کر اسے مروڑا آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر دو رکعت نماز پڑھی،۔۔۔ پھر وتر پڑھے۔

یہ واقعہ ان کے جذبۂ علم اور رسول اکرم ﷺ کے معمولات سے واقفیت حاصل کرنے کے شوق کو ظاہر کرتا ہے۔ ایک نوجوان کا رات کو اس نیت اور ارادے سے بستر پر لیٹنا کہ آپ ﷺ کے رات کے آخری پہر کے معمولات کا علم حاصل کیا جائے بہت غیر معمولی اقدام ہے۔ اس رات اگر یہ ساری رات جاگ کر انتظار کرتے رہتے تب بھی بڑی ہمت کی بات ہے کہ بستر پر رات بھر لیٹے رہنا اور بیدار رہنا اور اگر سو کر رات کے آخری پہر میں اٹھ گئے تو بھی بہت غیر معمولی ہے کیونکہ نوجوان آدمی کی نیند عام طور پر اس کے قابو میں نہیں ہوتی۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ اگر استاد کو اچھا شاگرد میسر آجائے تو وہ اس کی تعلیم اور تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا اور یہاں تو معاملہ ہی سید البشر کا تھا، جن کو معلم بنا کر بھیجا گیا تھا لہٰذا آپ ﷺ نے بھی ان کی خوب تربیت فرمائی اور مختلف مواقع پر بہت ہی اہم چیزیں سکھائیں جن میں سے ایک مشہور واقعہ وہ ہے جس میں یہ آپ ﷺ کے ہم رکاب تھے اور آپ ﷺ نے ان سے چند باتیں ارشاد فرمائیں جو انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ سیکھنے اور استفادے کا یہی جذبہ تھا جس نے ان کو رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کا مستحق بنا دیا چنانچہ آپ سے مروی ہے کہ ایک موقع پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور یہ دعا فرمائی:

«اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الحِكمَةَ وتَأوِيلَ الكِتَابِ»[1] اے اللہ اسے حکمت اور کتاب اللہ کی تفسیر سکھا۔

رسول اللہ ﷺ کی محبت، آپ ﷺ سے استفادے اور آپ ﷺ کی دعاؤں کا اثر تھا کہ ان کی کتاب اللہ کے سمجھنے کا شوق روز افزوں ہوتا گیا حتیٰ کہ آپ ﷺ کے انتقال کے بعد یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ اکابر صحابہ کرام سے استفادہ کیا جائے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ علم حاصل کیا جائے خود ان ہی کی زبانی پڑھئے:

«لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قُلْتُ لِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ: هَلُمَّ فَلْنَسْأَلْ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَإِنَّهُمُ الْيَوْمَ كَثِيرٌ، فَقَالَ: وَاعَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، أَتَرَى النَّاسَ يَفْتَقِرُونَ إِلَيْكَ وَفِي النَّاسِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَنْ فِيهِمْ، قَالَ: «فَتَرَكْتُ ذَاكَ وَأَقْبَلْتُ أَسْأَلُ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَإِنْ كَانَ يَبْلُغُنِي الْحَدِيثُ عَنِ الرَّجُلِ فَآتِي بَابَهُ وَهُوَ قَائِلٌ فَأَتَوَسَّدُ رِدَائِي عَلَى بَابِهِ يَسْفِي

(۱) سنن ابن ماجہ، باب فضل ابن عباس، حدیث نمبر: ۱، ۱۶۶/ ۵۸

الرِّيحُ عَلَيَّ مِنَ التُّرَابِ فَيَخْرُجُ فَيَرَانِي فَيَقُولُ: يَا ابْنَ عَمِّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا جَاءَ بِكَ؟ هَلَّا أَرْسَلْتَ إِلَيَّ فَآتِيَكَ؟، فَأَقُولُ: لَا،أَنَا أَحَقُّ أَنْ آتِيَكَ، قَالَ:فَأَسْأَلُهُ عَنِ الْحَدِيثِ،فَعَاشَ هَذَا الرَّجُلُ الْأَنْصَارِيُّ حَتَّى رَآنِي وَقَدِ اجْتَمَعَ النَّاسُ حَوْلِي يَسْأَلُونِي، فَيَقُولُ: «هَذَا الْفَتَى كَانَ أَعْقَلَ مِنِّي»(۱)

جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو میں نے اپنے ایک انصاری بھائی سے کہا چلو آؤ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے پوچھتے ہیں اس لئے کہ وہ اس وقت زیادہ ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ تم پر تعجب ہے !تمھارا کیا خیال ہے لوگوں کو تمھاری ضرورت پڑے گی جبکہ لوگوں میں ابھی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایسے لوگ موجود ہیں جو مرجع ہیں ؟لہذا میں نے سوالات کرنے شروع کر دیے چنانچہ جب مجھے کسی کے پاس حدیث کا علم ہوتا تو میں اس کے دروازے پر پہنچ جاتا اور اگر وہ شخص قیلولہ کر رہا ہوتا تو میں اس کے دروازے پر اپنی چادر پھیلا کر بیٹھ رہتا اور ہوا مجھ پر ریت اڑاتی رہتی پس وہ نکلتا اور مجھے دیکھتا تو کہتا اے اللہ کے رسول کے چچا کے بیٹے آپ کو کون سی چیز نے آنے پر مجبور کیا؟آپ نے مجھے پیغام بھجوایا ہوتا تو میں خود حاضر ہو جاتا تو میں جواب میں کہتا نہیں یہ میرا حق بنتا تھا کہ میں آپ کے پاس آؤں پھر میں ان سے حدیث کے بارے میں پوچھتا۔وہ انصاری بھی ایسے زمانے تک زندہ رہے جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ میرے ارد گرد اکٹھے ہونے لگ گئے تھے اور مجھ سے سوالات پوچھنے لگ گئے تھے۔تو اس نے کہا کہ یہ نوجوان مجھ سے زیادہ عقلمند نکلا۔

یہ نوجوان اپنی محنت اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایت اور دعاؤں کی برکت سے ایسے بلند مقام تک پہنچا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسی صاحب علم شخصیت نے ان کے بارے میں فرمایا:

«نِعْمَ تُرْجُمَانُ الْقُرْآنِ ابْنُ عَبَّاسٍ»(۲) ابن عباس قرآن کریم کے کتنے عمدہ ترجمان ہیں۔

طاؤس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ جب انہیں کسی معاملے میں تردد ہوتا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کرتے۔(۳)خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں ان کو جو غیر معمولی مقام حاصل تھا اس کا اندازہ اس حدیث سے لگائیے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے:

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے (اپنی مجلس میں) مشائخ بدر کے ساتھ بٹھاتے تھے تو ان میں سے بعض نے کہا کہ آپ اس لڑکے کو جو ہماری اولاد کے برابر ہے ہمارے ساتھ کیوں بٹھاتے ہیں؟انہوں نے جواب دیا کہ آپ لوگ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کن لوگوں (کس طبقہ) میں سے سمجھتے ہو! ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ایک دن حضرت

---

(۱) مستدرک علی الصحیحین، کتاب العلم، حدیث نمبر:۱، ۳۶۳ /۱۸۸

(۲) مستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم، ذکر عبداللہ بن عباس، حدیث نمبر:۶۲۹۱، ۶۱۸/۳

(۳) الإصابہ، ۱۲۸/۴

عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اور ان کے ساتھ مجھے جہاں تک میں سمجھتا ہوں صرف اس لئے بلایا کہ انہیں میری طرف سے (علمی کمال) دکھا دیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ان لوگوں سے) کہا کہ ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ﴾ آخر سورت تک کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ بعض نے کہا کہ جب اللہ ہماری مدد کرے اور فتح عطا فرمائے تو اس نے ہمیں حمد و استغفار کا حکم دیا ہے، بعض نے کہا ہمیں معلوم نہیں، بعض نے کچھ بھی نہیں کہا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا اے ابن عباس رضی اللہ عنہ کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے؟ میں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا جب اللہ کی مدد اور فتح مکہ حاصل ہوئی تو اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کی خبر دی۔ لہذا فتح مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی علامت ہے لہذا آپ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کیجئے اور استغفار کیجئے اللہ قبول کرنے والا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا بھی یہی خیال ہے جو تمہارا ہے[1]

یہ واقعہ ان کی قرآن فہمی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی برکت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ علوم اسلامیہ کا ایک طالب علم اچھی طرح جانتا ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی کیا خدمات ہیں اور قرآن کریم کی شاید ہی کوئی تفسیر ایسی ہو جس میں ان کے تفسیری اقوال سے استفادہ نہ کیا گیا ہو اور ان کا علم صرف قرآن تک محدود نہ تھا بلکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہے کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی معاملے کے بارے میں پوچھا جاتا تو اگر قرآن میں ہوتا تو بتلاتے وگرنہ حدیث ذکر کرتے اور اگر حدیث نہ ہوتی تو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کا عمل ذکر کرتے اور اگر وہاں سے بھی کچھ نہ پاتے تو پھر اپنی رائے پیش کرتے[2] ابن سعد نے تو "اجْتَهَدَ رَأْيَهُ" کے الفاظ استعمال کیے ہیں[3] شاید اجتہاد کرنے کی یہ صلاحیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور حکمت اور تاویل کی دعا کا اثر تھا۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت شاید یہ تھی امت مسلمہ ایک لمبے عرصے تک ان سے استفادہ کر سکے اس لیے ان کو بچپن میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور خدمت میں وابستہ کر دیا تھا چنانچہ ان کا انتقال ۶۸ ہجری میں ۷۱ سال کی عمر میں ہوا[4] اور یوں ان کے علم، خاص طور پر کتاب اللہ کی تاویل و تفسیر اور حکمت سے امت نے خوب استفادہ کیا۔ اگر ان کی زندگی میں غور کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے کتاب اللہ سے تعلق خاص طور پر اس کی تفسیر و تاویل سے دلچسپی کا احساس ہو گیا تھا جس کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یقیناً اس

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورة ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ﴾. حدیث نمبر: ۴۹۶۸، ۶/۱۷۹

(۲) ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، مصنف بن أبی شیبہ، تحقیق: کمال یوسف الحوت، مکتبۃ الرشد، الریاض، طبع اول کتاب البیوع والأقضیۃ، باب فی القاضی ماینبغی، حدیث نمبر: ۲۲۹۹۴، ۴/۵۴۴

(۳) ابن سعد، أبو عبد اللہ، محمد بن سعد، الطبقات الکبری، تحقیق: محمد عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۰ھ، ۲/۲۸۰

(۴) الإصابہ، ۴/۱۳۱

معاملے میں نہ صرف راہنمائی اور سرپرستی فرمائی بلکہ ان کے شوق میں اضافے کے لئے ان کے لئے کتاب وحکمت کی تعلیم اور فہم کی دعا بھی کی اور پھر چشم کائنات نے وہ منظر بھی دیکھا جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت جو خود ایک جلیل القدر صحابی، عالم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے معتمد تھے انہوں نے ان کو ترجمان القرآن قرار دیا۔

ان کی زندگی سے آج کے نوجوانوں کی تربیت کے حوالے سے ہمیں یہ راہنمائی ملتی ہے کہ نوجوانوں کو بالکل شروع میں ہی اپنے آپ کو اپنی خصوصی دلچسپی کے میدانوں میں مصروف کر دینا چاہیے اور ان کو سکھانے اور استفادے کے مواقع فراہم کرنے چاہئیں اور اس سارے مرحلے کو صرف الفاظ سکھانے تک محدود نہ رکھنا چاہیے بلکہ ان کے لئے دعائیں بھی کرنی چاہئیں۔ نوجوانوں کے لئے اس میں یہ سبق ہے کہ ان کو یہ سوچ کر کبھی بھی محنت سے جی نہیں چرانا چاہیے کہ ان کی دلچسپی کے میدان میں تو بڑے بڑے نام ہیں اور ان کی بات کی طرف کون دھیان دے گا؟ بلکہ پوری لگن اور خلوص سے اپنے فن میں مہارت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور یقیناً ایسا کرنے کی صورت میں ایک وقت ایسا آنا ممکن ہے جب لوگ اس فن میں ان سے استفادے کے لئے آنا شروع ہو جائیں۔ اس کے ساتھ ایک سبق یہ بھی ہے کہ علم کے حصول میں کسی قسم کی مالی، نسبی دینی یا دنیاوی برتری کو حائل نہیں ہونا چاہیے اور اسی علم کے حصول میں اگر ظاہری طور پر کچھ مشقت اور ذلت بھی اٹھانی پڑے تو یہ گھاٹے کا سودا نہیں بلکہ علم کے حصول کے لئے اٹھائی جانے والی مشقت اور ذلت آخر کار راحت اور رفعت کا ذریعہ بنتی ہے اور بعض اوقات آدمی کم عمری کے باوجود اپنی علمی قدر و منزلت کی بدولت بڑی عمر کے لوگوں میں بیٹھنے اور بات کرنے کے لائق ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، محافظ حدیث

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اور فیض یافتگان میں سے ایک شخصیت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بھی ہے آپ کا نام عبد الرحمان بن صخر تھا اور آپ کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ بلی کو پالنے کی وجہ سے آپ کا لقب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پڑا اور پھر یہی لقب مشہور ہو گیا۔ آپ نے خیبر کے سال اسلام قبول کیا اور پھر غزوہ خیبر میں بھی شرکت کی اور اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے وابستہ کر لیا اور ہر طرح کی فکر اور غم سے آزاد و بے نیاز ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو یاد کرنا اور محفوظ کرنا اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیا[1] ان کی زندگی اوپر ذکر کردہ دونوں حضرات کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی حفاظت کے لئے وقف ہو گئی۔ ان کی نمایاں صلاحیت اور انفرادیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو یاد کرنا اور محفوظ کرنا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کے اس شوق اور رغبت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے نہ صرف اس معاملے میں ان پر خصوصی توجہ فرمائی بلکہ ایک موقع پر ان کے احادیث کو محفوظ اور یاد کرنے کے شوق، حرص اور جذبے کو سراہا بھی۔ حضرت

(۱) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ۴/ ۷۲-۷۱

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ حصہ آپ کی شفاعت سے کس کو ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

«لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لاَ يَسْأَلُنِي عَنْ هَذَا الحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الحَدِيثِ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ القِيَامَةِ، مَنْ قَالَ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ، أَوْ نَفْسِهِ»[1]

مجھے یقینی طور پر یہ خیال تھا کہ ابوہریرہ تم سے پہلے کوئی یہ بات مجھ سے نہ پوچھے گا، کیونکہ میں نے حدیث پر تمہاری حرص دیکھ لی تھی، سب سے زیادہ فیض یاب میری شفاعت سے قیامت کے دن وہ شخص ہو گا جو صدق دل سے یا اپنے خالص جی سے لَا اِلٰہ اِلَّا اللہُ کہہ دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنے اس شوق اور رغبت کے باوجود ایک شکایت یہ تھی کہ وہ احادیث یاد کرنے کے بعد بھول جاتے تھے۔ اس مسئلے کا ذکر جب انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حل یوں فرمایا:

«ابْسُطْ رِدَاءَكَ» فَبَسَطْتُهُ، قَالَ: فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: «ضُمَّهُ» فَضَمَمْتُهُ، فَمَا نَسِيتُ شَيْئًا بَعْدَهُ[2]

اپنی چادر پھیلاؤ، چنانچہ میں نے چادر پھیلائی، تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے چلو بنایا (اور اس چادر میں ڈال دیا) پھر فرمایا کہ اس چادر کو اپنے اوپر لپیٹ لو، چنانچہ میں نے لپیٹ لیا، پھر اس کے بعد میں کچھ نہیں بھولا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی شفقت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہنے کا شوق بھی بہت زیادہ تھا جس کے نتیجے میں ان کو بہت تھوڑی مدت میں بہت ساری احادیث یاد کرنے کا موقع ملا اور نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ صرف حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی احادیث ان سے زیادہ ہوتی ہیں اور اس کی وجہ بھی وہ یوں بیان کرتے ہیں:

«مَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيثًا عَنْهُ مِنِّي، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَلاَ أَكْتُبُ»[3]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے علاوہ مجھ سے زیادہ کوئی شخص حدیث کی روایت نہیں کرتا، مجھ میں اور عبداللہ میں یہ فرق ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھا نہیں کرتا تھا۔

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الحرص علی الحدیث، حدیث نمبر: ۹۹، ۱/۳۱

(۲) ایضاً، کتاب العلم، باب حفظ العلم، حدیث نمبر: ۱۱۹، ۱/۳۵

(۳) ایضاً، کتاب العلم، باب کتابة العلم، حدیث نمبر: ۱۱۳، ۱/۳۴

ان کی دربار نبوت سے وابستگی کا عالم کیا تھا اور اس وابستگی کے لئے انہوں نے کیا کچھ قربان کیا اور اس قربانی کے بدلے میں ان کو کیا سعادت نصیب ہوئی اس کا اندازہ آپؓ کے اس قول سے لگایا جا سکتا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

إِنَّكُمْ تَقُولُونَ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الحَدِيثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَتَقُولُونَ مَا بَالُ المهَاجِرِينَ، وَالأَنْصَارِ لاَ يُحَدِّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ المهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمْ صَفْقٌ بِالأَسْوَاقِ، وَكُنْتُ أَلْزَمُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى مِلْءِ بَطْنِي، فَأَشْهَدُ إِذَا غَابُوا، وَأَحْفَظُ إِذَا نَسُوا، وَكَانَ يَشْغَلُ إِخْوَتِي مِنَ الأَنْصَارِ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ، وَكُنْتُ امْرَأً مِسْكِينًا مِنْ مَسَاكِينِ الصُّفَّةِ، أَعِي حِينَ يَنْسَوْنَ، وَقَدْ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَدِيثٍ يُحَدِّثُهُ: «إِنَّهُ لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ، ثُمَّ يَجْمَعَ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ، إِلَّا وَعَى مَا أَقُولُ»، فَبَسَطْتُ نَمِرَةً عَلَيَّ، حَتَّى إِذَا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَقَالَتَهُ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي، فَمَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تِلْكَ مِنْ شَيْءٍ[1]

تم کہتے ہو کہ ابوہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے اور تم کہتے ہو کیا بات ہے کہ مہاجرین وانصار رسول اللہ سے ابوہریرہؓ کی طرح روایت نہیں کرتے، حال یہ ہے کہ ہمارے بھائی مہاجرین بازار میں خرید و فروخت میں مصروف رہتے اور میرا جب پیٹ بھرا رہتا ہے تو رسول اللہ کی صحبت میں رہتا، جب وہ لوگ غائب ہوتے تو میں حاضر ہوتا جب وہ لوگ بھول جاتے تو میں یاد رکھتا اور ہمارے انصار بھائیوں کو ان کے مالی کاموں سے فرصت نہ ملتی اور میں صفہ کے فقیروں میں سے ایک فقیر تھا، میں یاد رکھتا تھا جب وہ بھول جاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص اپنا کپڑا پھیلائے یہاں تک کہ میں اپنی گفتگو ختم کرلوں پھر وہ اپنے کپڑے کو سمیٹ لے، تو جو بات بھی میں کہوں گا اسے یاد رہے گی میں نے اپنی کملی پھیلا دی جو میں اوڑھے ہوا تھا یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنی گفتگو ختم کر چکے تو میں نے اس کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا لیا اس دن کے بعد سے میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی بات نہ بھولا۔

ان کی شخصیت کے مطالعے سے ہمیں آج کے نو جوانوں کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ آدمی کو اپنی دلچسپی اور رغبت کے پہلو کو دیکھنا چاہیے اور اسی میدان میں محنت کرنی چاہیے جس کی طرف طبیعت چلتی ہو اور اس کے نتیجے میں آدمی کو اپنے میدان میں رسوخ حاصل ہوتا ہے

(١) صحیح بخاری، کتاب البیوع، حدیث نمبر: ٢٠٤٧، ٣/٥٢

اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ راہنمائی بھی ملتی ہے کہ جب کسی میدان میں کوئی دشواری پیش آ رہی ہو تو اس میدان کے اساتذہ اور بڑوں سے مشاورت کرنی چاہیے جس کے نتیجے میں کوئی نہ کوئی حل ضرور سامنے آ تا ہے ۔ ان کی زندگی سے ہمیں اپنے میدان کے ساتھ مکمل وابستگی اور وارفتگی کا سبق بھی بہت نمایاں طور پر ملتا ہے کہ اگر آدمی اپنی دلچسپی کے میدان میں پوری تندہی کے ساتھ لگ جائے تو بہت تھوڑے عرصے میں نمایاں مقام بنالیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مثال کو اگر دیکھا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ غزوہ خیبر ۷ھ کے محرم میں پیش آیا اس لحاظ سے ان کو تقریبا چار سال تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ چار سال کی مختصر مدت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو اس انداز میں جمع کرنا کہ صرف ایک صحابی کی روایات آپ سے زیادہ ہوں۔ اس میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی شفقت اور اس چادر والے واقع کا دخل ہے وہیں ان کی حفاظت حدیث کے غیر معمولی شوق اور اس کی خاطر سب کچھ قربان کر دینے کے جذبے کا بھی دخل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر نوجوانوں کی تربیت میں ان کے رجحانات اور خصوصی دلچسپیوں کو پیش نظر رکھ کر ان کی راہ نمائی کی جائے اور نوجوان بھی اپنی خصوصی دلچسپی اور رجحانات کے میدانوں میں محنت کریں تو بہت تھوڑے وقت میں وہ اپنے میدان میں مہارت اور نمایاں مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

خواتین کی تربیت اور افراد سازی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے جہاں مردوں نے استفادہ کیا وہیں خواتین کو بھی اس معاملے میں بھرپور مواقع میسر آئے چنانچہ کتب حدیث میں اس بات کی صراحت ملتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو الگ سے خطاب فرمایا اور ان کو مستقل وقت عنایت فرمایا[۱] ان خواتین میں سے صحبت نبوی سے سب سے زیادہ مستفید ہونے والی اور امت مسلمہ کو نفع پہنچانے والی خاتون حضرت عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی محبت، شفقت اور تربیت سے فیض یاب ہونے کے بہت سے مواقع میسر آئے ۔ بلاشبہ خواتین مسلم معاشرے کا ایک فعال حصہ تھیں چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تربیت کا بھی ویسے ہی بندوبست فرمایا تھا جیسے مردوں کا فرمایا اس لئے بطور نمونہ صرف دو خواتین کا ذکر پیش خدمت ہے۔

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور بعثت نبوی سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں اور ۳ ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے کا شرف حاصل ہوا اور ان کا انتقال ۴۰ ھ یا ۴۵ ھ میں ہوا[۲] گویا

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب، حدیث نمبر: ۱۱۹۲، ۱/۴۲۱

(۲) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ۴/۱۲-۱۸۱۱

رسول اکرم ﷺ کے گھر کا حصہ بننے کے بعد ان کو رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تقریباً سات برس رہنے کا موقع ملا، اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد تقریبا ۳۱ یا ۳۵ سال امت کو ان سے استفادے اور سیکھنے کا موقع ملا، چونکہ ان کو رسول ﷺ کی گھریلو زندگی کو دیکھنے اور برتنے کا موقع ملا، اور آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر ان کی تربیت اور رہنمائی کا کس قدر اہتمام فرمایا ہو گا اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے ۔ شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے میں اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

«أَلَا تُعَلِّمِينَ هَذِهِ رُقْيَةَ النَّمْلَةِ كَمَا عَلَّمْتِهَا الْكِتَابَةَ»(۱)

کیا تم اسے (حفصہ کو) چیونٹی کا دم نہیں سکھاتی جیسے کہ تم نے اسے کتابت سکھائی؟۔

اس حدیث کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے بڑے اہتمام کے ساتھ ان کو کتابت سکھانے کا بندوبست فرمایا اور یقینا اس کے پیچھے کئی مصلحتیں ہوں گی اور انہوں نے اس استفادے کے بعد اسی صلاحیت سے فائدہ بھی اٹھایا ہو گا اس بات کے شواہد نہیں مل سکے کہ انہوں نے قرآن کریم کی کتابت یا حدیث کی حفاظت کی غرض سے کوئی مجموعہ مرتب کیا ہو لیکن اس بات کا امکان رد بھی نہیں کیا جاسکتا لیکن ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ عہد صدیقی میں جمع ہونے والا قرآن ان کے انتقال کے بعد حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور ان کے انتقال کے بعد اس کی حفاظت کی ذمہ داری کی سعادت ان کے نصیب میں آئی۔ (۲) اس ساری تفصیل سے یہ بات تو واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ آپ ﷺ کو ان کی لکھنے پڑھنے کی صلاحیت اور شوق کا اندازہ ہو گیا تھا اور اس رجحان کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے ان کو لکھائی سکھانے کا بندوبست کیا۔ ان کے علاوہ کسی اور ام المؤمنین کے لئے اس طرح لکھائی سکھانے کا اہتمام کرنے کا کوئی واقعہ نہیں ملتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے واقعے میں یہ بات ملتی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت خطاب کے گھر پہنچے تو وہ اور ان کے بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہ خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سے سورہ طہ پڑھ رہے تھے اور وہ سورت ایک صحیفے پر لکھی ہوئی تھی ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس صحیفے کو چھونے کی کوشش کرنے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ (۳) اس روایت سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاندان لکھنا پڑھنا جانتا تھا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی اس سے دلچسپی تھی جس کی وجہ سے انھوں نے حضرت شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا سے لکھنا سیکھا۔

حضرت شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا مہاجرات صحابیات میں سے ہیں اور انہوں نے ہجرت سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا ان کو یہ سعادت حاصل تھی، کہ آپ ﷺ ان سے خصوصی شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، اور

---

(۱) ابو داود، سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن أبی داود، کتاب الطب، باب ماجاء فی الرقی، حدیث نمبر: ۳۸۸۷ تحقیق: شعَیب الارنؤوط، محمد کامل قرہ بللی، دار الرسالہ العالمیہ، طبع اول: ۱۴۳۰ھ، ۶/۳۵

(۲) صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، حدیث نمبر: ۴۹۸۶، ۶/۱۸۳

(۳) ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام بن أیوب، السیرۃ النبویۃ، تحقیق: مصطفی السقا، شرکۃ مکتبۃ، مصر، طبع دوم: ۱۳۷۵ھ

کبھی کبھی دن کے وقت ان کے گھر قیلولے کے لئے تشریف لے جاتے تھے، اور انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے آرام کی خاطر ایک بستر اور چادر تیار رکھی تھی، جس پر آپ ﷺ آرام فرماتے تھے۔[۱] اوپر ذکر کی گئی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ایک خاص قسم کا دم آتا تھا، اور دوسری احادیث میں اس دم کی تفصیل بھی آتی ہے اور ایک موقع پر انہوں نے اس دم کے الفاظ سنا کر آپ ﷺ سے اس دم کی تصویب کرا کر اجازت بھی لے لی تھی[۲] اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لکھنے پڑھنے کی صلاحیت سے آگاہ ہونا ایک مشہور چیز تھی اور یہ دیگر صحابیات کو بھی لکھنے پڑھنے کی تربیت دیتی تھیں۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں معلمہ کے اوصاف پائے جاتے تھے اور آپ ﷺ کو ان کے اس رجحان کا اندازہ ہو گیا تھا چنانچہ آپ ﷺ نے نہ صرف اس رجحان کو پسند فرمایا بلکہ حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اپنے گھر کی ایک خاتون کو سکھانے کا بندوبست کیا شاید اس کی ایک وجہ خواتین میں لکھائی و پڑھائی سیکھنے کا شوق پیدا کرنا بھی تھا اس لئے کہ فطری طور پر جب خواتین کو علم ہوا ہو گا کہ خود رسول اکرم ﷺ کی اہلیہ لکھنا سیکھ رہی ہیں تو شاید اس سے ان خواتین میں بھی اس حوالے سے دلچسپی اور شوق بڑھا ہو گا۔ آپ بڑی عاقلہ اور فاضلہ خاتون تھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے منتظم اور مدبر شخص بھی ان سے بعض اوقات مشاورت کیا کرتے تھے اور بات صرف مشاورت تک محدود نہ تھی بلکہ انہوں نے ان کو بازار کے بعض معاملات کا نگران بھی بنایا تھا[۳] گویا اس اعتبار سے یہ ایک معلمہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک منتظمہ بھی تھیں۔

ان دونوں خواتین کے حالات کا جائزہ لینے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے جہاں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو لکھائی سکھانے کا اہتمام فرمایا وہیں حضرت شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا کی صلاحیتوں کو پہچان کر ان صلاحیتوں کی نہ صرف حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ عملاً ایسا طریقہ اختیار کیا کہ باقی لوگوں کو بھی ان کی صلاحیتوں سے واقفیت ہوئی اور اس بات کا امکان ہے کہ دیگر خواتین نے بھی ان سے لکھنا سیکھا ہو۔

حرف آخر

آپ نے افراد سازی اور کردار سازی کے دوران افراد کی خصوصی دلچسپیوں اور رجحانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کی تربیت فرمائی اور اس تربیت کے دوران نہ صرف ان کی راہ نمائی فرماتے تھے بلکہ ان کو سیکھنے اور استفادہ کے مواقع بھی فراہم کرتے تھے اور اگر اس میدان میں کوئی رکاوٹ یا پریشانی پیش آتی تھی تو اس کو بھی حل فرماتے

---

(۱) الإصابہ، ۸/۲۰۱

(۲) الاصابہ، ۸/۲۰۲

(۳) ایضاً

تھے اور ان کی لگن اور محنت کو دیکھ کر ان کے لئے اس میدان میں مزید ترقی کے لئے دعائیں بھی فرماتے تھے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس سارے مرحلے میں آپ ﷺ ان کے مزاج اور دلچسپی کی بھرپور رعایت کرتے تھے اور جب یہ محسوس فرماتے تھے کہ اب ان میں اپنے میدانوں میں سے خاطر خواہ صلاحیت پیدا ہو گئی ہے تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ان کی صلاحیتوں کا اظہار کرتے ہوئے ان کی تعریف بھی فرماتے تھے جو ایک طرف تو ان کی حوصلہ افزائی کا ذریعہ ہوتا تھا اور دوسری طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے ان سے مستفید ہونے کا پیغام بھی ہوتا تھا۔

نتائج

اس مقالے کی روشنی میں ہم درج ذیل نتائج پیش کر سکتے ہیں:

١۔ والدین، اساتذہ اور معاشرے کے دیگر افراد کو تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔

٢۔ تربیت اور کردار سازی کے دوران اپنی خواہشات اور دلچسپیوں کو مد نظر رکھنے کے بجائے فرد کی دلچسپیوں اور خصوصی رجحانات کی رعایت کرنی چاہیے۔

٣۔ کردار سازی کا عمل صرف کلاس تک محدود نہ ہونا چاہیے بلکہ مختلف مواقع پر اس کی طرف توجہ دینی چاہیے اور سیکھنے کے مواقع فراہم کرنے چاہئیں جیسے کہ ابن عبّاس کو آپ ﷺ نے حالت سفر میں سکھایا۔

٤۔ بعض اوقات کوئی شخص خود اپنے دلچسپی رجحانات سے آگاہ نہیں ہوتا ایسی صورت میں اس کی مناسب رہنمائی کرنی چاہیے۔

٥۔ کردار سازی اور تربیت کے مرحلے میں خصوصی دلچسپی اور رجحانات کو نمایاں کرنا چاہیے، ان کی آبیاری کرنی چاہیے اور ان کی رعایت کرتے ہوئے معاملہ کرنا چاہیے۔

٦۔ کردار سازی کے مرحلے میں جب کوئی خوبی دیکھی جائے تو اس کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ اس شخص کو اس میدان میں مزید آگے بڑھنے کا حوصلہ پیدا ہو۔

٧۔ نوجوانوں کو بھی اپنی دلچسپیوں اور رجحانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے لئے عملی میدان کا انتخاب کرنا چاہیے۔

٨۔ عملی میدان کے انتخاب کے بعد اس میدان میں خوب محنت کرنی چاہیے اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا چاہیے۔

٩۔ محنت کے دوران یہ سوچ کر کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے کہ اس میدان میں تو بہت کام پہلے ہو چکا ہے یا بہت سے افراد پہلے سے موجود ہیں بلکہ اس کام سے واقفیت اور افراد سے استفادہ کرنا چاہیے جس کے نتیجے میں اس کا مقام خود بخود بنتا جائے گا۔

❁ ❁ ❁